عربی، اردو اور مقامی زبانوں میں مہارت حاصل کریں ان تین سواریوں کے ذریعہ اسلام کا پیغام دنیا کو دیں سکیں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ / جولائی ۱۹۹۳ء بمقام مسجد نور اوسلو ناروے)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

آج کا یہ جمعہ جو مواصلاتی سیاروں کے ذریعہ تقریباً تمام دنیا میں دکھایا جارہا ہے اس کا خرچ جماعت احمدیہ ناروے نے پیش کیا ہے کیونکہ یہ جمعہ ان معنوں میں دستور سے ہٹ کر تھا کہ انگلستان میں تو مستقلاً ایسے انتظامات موجود ہیں جن کے ذریعہ جو ہمارا سالانہ خرچ ہے اس میں کوئی مزید اضافہ نہیں ہوا کرتا ایک مقررہ خرچ ہے جس کے مطابق ہمیں پتا ہے کہ وہ اس بجٹ سے ادا ہوسکتا ہے لیکن اگر کہیں دور جا کر مواصلاتی سیّارے سے رابطہ کرنا ہو تو اس کے لئے دوسرے غیر معمولی اخراجات اٹھتے ہیں جن کی وجہ سے ایسے خطبوں کو مواصلاتی سیاروں کے ذریعے تمام دنیا میں پیش کرنا ممکن نہیں رہتا۔ مگر اس موقع پر جماعت احمدیہ ناروے نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جس طرح جرمنی کی جماعت والے ہمارے بھائی ایک بہت اعلیٰ مثال قائم کر چکے ہیں ہم بھی اس کی پیروی میں اپنی تقریب کو مواصلاتی ذریعہ سے ساری دنیا میں دکھانا چاہتے ہیں۔ الحمدللہ خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ اب میں آپ سب کے سامنے حاضر ہوں۔

پیچھے دو خطبوں کا جو انقطاع رہا ہے ان میں سے ایک خطبے کے موقع پر پُرانا خطبہ جو ہالینڈ میں دیا گیا تھا دکھایا گیا اور اسی موقع پر سابق امیر صاحب ناروے کی نماز جنازہ بھی ہوئی تھی تو جس وقت وہ عالمی مواصلاتی نظام کے ذریعہ دکھایا جا رہا تھا۔ اس وقت میں ناروے ہی میں موجود تھا اور وہیں ایک خطبہ دے رہا تھا تو اس طرح امیر صاحب ناروے کی نماز جنازہ عملاً ایسے وقت میں ہوئی جب میں ناروے ہی میں موجود تھا۔

آج صرف جماعت احمدیہ ناروے کی ہی مختلف تقریبات کا آغاز نہیں ہو رہا بلکہ دنیا بھر میں بعض دوسرے ممالک میں بھی بہت سی تقریبات کا آغاز ہو رہا ہے۔ ناروے میں تو تینوں ذیلی مجالس کے اجتماعات ہیں جو آج اور کل سے شروع ہوں گے اور ساتھ ہی گوئٹے مالا کی مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے بھی درخواست ملی ہے کہ ان کا اجتماع جو ہفتے کو شروع ہو رہا ہے اسے بھی آج کے خطبے کے موضوع میں شامل کیا جائے اور ان کے نام بھی پیغام ہو۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ جرمنی کا پندرھواں سالانہ اجتماع کل بروز ہفتہ جرمنی میں شروع ہو رہا ہے اور ان کی صدر صاحبہ نے بھی اسی خواہش کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح جماعتِ احمدیہ کینیڈا کا سترہواں جلسہ سالانہ آج ۲ جولائی کو جمعہ کے روز شروع ہو رہا ہے اور ان کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس خطبے کی ریکارڈنگ کر کے اسے اپنے افتتاحی اجلاس کی افتتاحی تقریر کے طور پر پیش کریں اس لئے انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کینیڈا کو خصوصیت سے پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے خطبے میں کچھ نصیحتیں کروں کیونکہ اس طرح ان کے افتتاحی اجلاس میں میری شمولیت ہو جائے گی۔

مختلف ممالک کی مختلف تنظیمات کا ذکر ہے مگر یہ سارے ممالک عملاً مغربی دنیا کے دائرے میں ہیں اور ان کے دینی اور تربیتی مسائل کم وبیش ایک سے ہی ہیں۔ اگرچہ مختلف ممالک کے اپنے بھی خصوصی مسائل ہوا کرتے ہیں لیکن بالعموم جسے مغربی دنیا کہتے ہیں ان کا جہاں تک اسلام کے ساتھ تقابل کا سوال ہے اس تقابل میں جو مسائل ہمارے سامنے ہیں وہ کم وبیش ایک سے ہی ہیں۔ اس لئے ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں چند نصیحتیں آپ کی خدمت میں کرتا ہوں تا کہ ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ ان ممالک میں رہتے ہوئے اسلام کی بہترین خدمت کر سکیں اور اسلام پر اثر انداز ہونے والی مخالفانہ طاقتوں کا بہترین دفاع کر سکیں۔

یہ جملہ جو میں نے کہا ہے مجھے ڈر ہے کہ ان ممالک میں رہنے والے احمدی بچے جنہوں نے یہاں پرورش پائی ہے ان کی اردو اتنی کمزور ہے کہ شاید وہ اس جملے کو سمجھ نہ سکیں اور آج یہی پہلی بات ہے جو میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔ بسا اوقات مجھے احمدی بچوں اور نوجوانوں کے خطوط ملتے ہیں کہ عالمی مواصلاتی سیّارے کے ذریعے جو ہمارے رابطے ہوئے ہیں، خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے ہم میں نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے نیا ولولہ پیدا ہو رہا ہے اور نیکی کا رجحان بڑھ رہا ہے لیکن آپ کی اردو بہت مشکل ہے اور بہت زور لگا کر توجہ سے سننا پڑتا ہے پھر بھی بہت سی باتیں ہیں جو سمجھ نہیں آتیں جو بعد میں ہمیں اپنے ماں باپ یا دوسرے عزیزوں سے سمجھنی پڑتی ہیں۔ تو جہاں تک اردو کا تعلق ہے، بول چال کی جو اردو ہوا کرتی ہے وہی میری اردو ہے۔ اس میں بعض دفعہ مشکل مطالب کو بیان کرنے میں مجھے جب دقت پیش آتی ہے تو جو لفظ سامنے آئیں انہی کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ تحریر کے وقت تو الفاظ موقع دے دیا کرتے ہیں کہ آدمی اپنی مرضی سے انتخاب کرے، ایک مضمون کو بیان کرنے کے لئے بہت سے امکانات ہوتے ہیں ان امکانات کے ساتھ مختلف الفاظ وابستہ ہوتے ہیں ان باتوں کو بیان کرنے کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں اور تحریر کے وقت انسان ٹھہر ٹھہر کر سوچ سوچ کر ایک بات تحریر میں لاتا ہے اور اس کے لئے موقع ہے کہ جس لفظ کو چاہے منتخب کرے اور جس کو چاہے چھوڑ دے، مگر خطبے اور تقریر کے دوران ایسا ممکن نہیں ہے۔ خصوصاً ایسے مقرر کے لئے جس نے بار بار لوگوں کو مخاطب کرنا ہو اور جس کے لئے اتنا وقت بھی نہ ہو کہ وہ نوٹس بھی لکھ سکے، زیادہ سے زیادہ حوالے اکٹھے کر کے میں ان کو ترتیب دے دیتا ہوں ورنہ جو مضامین بیان کئے جاتے ہیں وہ وقت کے ساتھ ساتھ خود بخود ذہن میں کھلتے ہیں تو ایسے موقع پر پہلے سے سوچی سمجھی تدبیر کے ذریعے لفظوں کا انتخاب کرنا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ دوسرے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ عام بول چال کی اردو ہے اور اگر اس میں کچھ مشکل الفاظ بھی آجاتے ہیں تو احمدی بچوں کو سمجھنے چاہئیں۔ خصوصیت سے ان احمدی بچوں کو وہ الفاظ سمجھنے چاہئیں جن کا تعلق اردو بولنے والے ممالک سے ہے۔

اس ضمن میں مَیں خصوصیت سے آپ کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ مذہبی زبانوں میں، یعنی وہ زبانیں جو مذہبی مقاصد کے لئے استعمال ہوئی ہیں اور کم و بیش سبھی زبانیں مذہبی مقاصد کے لئے استعمال ہوئی ہیں لیکن وہ جو غیر معمولی طور پر نمایاں حیثیت اختیار کر گئیں ان میں سب سے اونچا مقام

عربی کا ہے۔عربی کو ایسا بلند و بالا مقام حاصل ہے کہ اس کے مقابل پر کسی دوسری زبان کی وہ حیثیت نہیں لیکن خوش نصیبی سے عربی کا ہر زبان سے ایک تعلق بھی ہے اور وہ تعلق ماں اور بچوں کا تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف یعنی غیر معمولی اہمیت کی حامل تصنیف ''منن الرحمٰن'' میں الہامات کی روشنی میں جو مضمون بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ عربی زبان الہامی زبان ہے کیونکہ جانور کو ترقی کرتے ہوئے از خود زبان نہیں آئی نہ آسکتی تھی ،زبان کا مضمون ایسا ہے جو الہامی ہے۔پہلی زبان لازماً انسان کو الہام ہوئی ہے اور الہام کے ذریعے اس نے بولنا چالنا سیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کا جو تذکرہ قرآن کریم میں ملتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو یہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے اسے تمام ''اسماء'' سکھائے ،بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد زبان ہے یعنی مختلف چیزوں کے نام کیا ہیں اور ناموں کے ذریعے ان کی تشخیص کی جائے اور ان کے وجود کو ایک تشخص دیا جائے ایک علیحدہ حیثیت عطا کی جائے ۔ یہ مضمون بہت وسیع ہے۔اس کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاہتا۔لیکن مختصراً یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کریم نے تو بالکل واضح طور پر یہ اعلان فرمایا ہے کہ انسان کو زبان ہم نے سکھائی ہے۔ ورنہ جانوروں کو وہ زبان نہیں سکھائی گئی جس میں ایسی وسعت ہے جیسی انسانی زبان میں ہے وہ از خود کچھ بھی نہیں سیکھ سکے بلکہ سائنسدانوں نے جو تحقیق کی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ تمام جانوروں کی زبانیں دراصل کمپیوٹر کے طور پر ان کے ذہنوں میں منقوش ہیں ،رقم ہو چکی ہیں ،لکھی جا چکی ہیں اور وہ زبانیں ایسی ہیں جن میں وہ مزید ترقی نہیں کر سکے کیونکہ از خود نہیں سیکھی گئیں ،نہ سیکھ سکتے تھے۔ کوّے کی جو زبان کروڑوں سال سے چلی آرہی ہے۔ وہی زبان آج ہے۔ ناروے میں بھی کوّا وہی زبان بولتا ہے جو پاکستان میں بولتا ہے یا افریقہ کے کسی ملک میں بولتا ہے یا امریکہ کے کسی ملک میں بولتا ہے اور وہی زبان مکھی کی ہے جو عالمی زبان ہے یعنی مکھی کی اپنی ایک زبان ہے جو عالمی زبان ہے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ۔ نہ وقت سے تبدیلی واقع ہوتی ہے نہ جگہ سے تبدیلی واقع ہوتی ہے اور جتنے پرندے چہچہاتے ہیں ان کی زبانیں خواہ آپ یونائیٹڈ سٹیٹس میں ریکارڈ کریں یا ناروے میں ریکارڈ کریں یا دوبئی میں جا کر ریکارڈ کریں یا کسی اور ملک میں ،ایک ہی زبان ہوگی ، ان کی ایک ہی طرز ہے اور زبان ہے ضرور، کیونکہ ان کے خاص وقت کی چیخیں اس وقت کے ساتھ

مناسبت رکھتی ہیں مثلاً کسی جانور کے منہ سے خوشی کے وقت جو بے اختیار آواز نکلتی ہے وہ غم کے وقت کی آواز سے مختلف ہے، فکر اور درد کی آواز سے مختلف ہے اور خوف کی آواز سے مختلف ہے۔ چنانچہ سائنسدانوں نے اس مضمون پر تحقیق کے بعد بعض فائدہ مند چیزیں بھی دریافت کی ہیں۔ مثلاً بعض ہوائی اڈوں پر یہ مشکل درپیش تھی کہ وہاں سیگلز بڑی کثرت سے آکے بیٹھتی تھیں اور ہوائی جہاز کے شور سے جب وہ اڑتی تھیں تو بعض دفعہ بہت بڑے بڑے حادثے ہو گئے کیونکہ بڑی تعداد میں جب انجن سے ٹکراتی تھیں تو خود پارہ پارہ ہوتی تھیں اور انجن کو بھی نقصان پہنچاتی تھیں تو پھر انہوں نے سیگلز کی وہ آواز معلوم کی جو وہ خوف کی حالت میں نکالتی ہے اور اس آواز کو ریکارڈ کیا اور پھر لاوڈ سپیکر، پبلک ایڈریس سسٹم کے ذریعے بہت وسیع پیمانے پر ان ائیر پورٹس پر اس آواز کے ریکارڈ کو بار بار چلایا گیا اور جب وہ ریکارڈ چلایا جاتا تھا تو بے اختیار خوف سے چیخیں مارتی ہوئی سیگلز وہاں سے اڑ کے چلی جایا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے لئے اس جگہ پر بیٹھنا ممکن نہ رہا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سب زبانیں خدا نے ہی سکھائی ہیں بعض زبانیں کمپیوٹر کی طرح دماغ میں داخل کر کے نقش کر دی گئی ہیں۔ ان میں ترقی کی بھی کوئی گنجائش نہیں اور تبدیلی کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ جب سے کسی جانور کی تخلیق ہوئی ہے اس وقت سے وہ وہی زبان استعمال کر رہا ہے اور ہر خطہء ارض میں وہی زبان بولتا ہے لیکن کچھ زبانیں ہیں جو انسان کو عطا ہوئی ہیں ان زبانوں کا ہم جمع کی صورت میں ذکر کرتے ہیں ''زبانیں'' لیکن قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ ایک زبان ہی خدا نے سکھائی تھی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن اور الہامات کی روشنی میں جو مضمون ''منن الرحمٰن'' میں بیان فرمایا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ پہلی زبان جو انسان کو سکھائی گئی وہ عربی تھی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن ۲ تا ۵) خدا ہی وہ رحمٰن خدا ہے جس نے قرآن سکھایا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور پھر اسے بیان سکھایا۔ بیان کے اور معانی بھی ہیں لیکن پہلا معنی قوت بیانیہ ہے۔ اسے اپنے عندیہ کو، اپنے مضمون کو دوسرے تک پہنچانے کی قدرت عطا فرمائی اور اس قدرت کو ایسا عام فرما دیا کہ ہر انسان میں یہ قدرت ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کر سکے اور دوسرے کے بیان کو سنے اور سمجھ سکے۔ اس کا تعلق قرآن کریم سے ہے اور اتنا گہرا تعلق ہے کہ

قرآن کریم نے پہلے قرآن کا ذکر فرمایا ہے پھر انسان کی تخلیق کا، پھر انسان کے بیان کا، جس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا سب سے عظیم الشان جلوہ جو ظاہر ہوا ہے وہ قرآن کریم ہے۔ اس جلوے کے تابع دوسرے جلوے ہیں اور اس میں انسان کی تخلیق کا ایک جلوہ ہے اور انسان کی تخلیق کے جلوے کو پہلے جلوے سے ملانے کے لئے جو پل بنایا گیا ہے اس کا نام الْبَيَانَ ہے اس نے انسان کو الْبَيَانَ سکھا دیا تاکہ وہ قرآن کو سمجھ سکے اور وہ بیان عربی بیان تھا کیونکہ قرآن کریم عربی میں نازل ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے وہ بارہ اصول بیان فرمائے جن کی روشنی میں تمام زبانوں کا عربی سے تعلق ثابت کیا جا سکتا ہے اور حضرت شیخ محمد احمد صاحب مرحوم و مغفور نے اس پر بڑی محنت کی انہوں نے چالیس سے زائد زبانوں کو عربی سے ملا کر دکھا دیا کہ اس طرح ان زبانوں کا تعلق عربی سے ثابت ہوتا ہے ان کا بہت سا عالمانہ کام ہے جو جماعت کے پاس اس وقت امانت پڑا ہوا ہے۔ انشاء اللہ انتظام کیا جا رہا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ تمام عالمانہ جواہر پارے دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں لیکن میں جو مضمون بیان کرنا چاہتا ہوں واپس اس کی طرف لوٹتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عربی الہامی زبان ہے خدا نے الہام فرمائی ہے اور تمام دوسری زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور رفتہ رفتہ ان کا انتشار ہوا ہے۔ آدم سے یعنی وہ آدم جس کو خدا تعالیٰ نے پہلے زبان سکھائی، اس آدم کے بعد سے مختلف جگہوں پہ جہاں جہاں آدم کی اولاد پھیلی ہے وہاں یہ زبانیں پہنچیں اور مختلف اثرات کے تابع ان میں کچھ کمی ہوئی کچھ زیادتی ہوئی کچھ تبدیلیاں واقع ہوئیں یہاں تک کہ وہ پہچانی بھی نہیں جاتیں۔ اب یہ بات کہ اتنا فرق پڑ جائے کہ ایک ہی زبان سے نکلی ہوئی زبانیں ہوں اور آپس میں اتنی مختلف ہو جائیں کہ یقین نہ آئے کہ یہ اسی آدم کی اولاد ہیں، اس کا انسانوں کی ظاہری شباہت سے بھی ایک تعلق ہے۔ افریقہ کا انسان بھی بالآخر اسی آدم کی اولاد ہے، جس آدم کی اولاد ناروے کے باشندے ہیں ناروے کے باشندے بھی بالآخر اسی آدم کی اولاد ہیں، جس آدم کی اولاد ہندوستان کے بسنے والے ہیں یا چین میں رہنے والی قومیں ہیں یا تبّتی قومیں ہیں۔ غرضیکہ مختلف قوموں پر نظر ڈال کے دیکھیں ان کے رہن سہن، ان کی بود و باش تو مختلف ہیں ہی ان کی شکل و شباہت اور فیچرز یعنی بنیادی نقوش بھی اتنے مختلف ہیں کہ بظاہر یقین نہیں آتا کہ ان کا سلسلہ بالآخر ایک ہی آدم تک پہنچ سکتا ہے لیکن سر دست تو دنیا کی معلومات یہاں تک ہی

ہیں کہ جب بھی زندگی نے ترقی کرتے ہوئے ابتدائی انسانیت کا روپ دھارا ہے۔اس وقت ایک ہی ماں باپ تھے جن سے یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے اور پھر بعد میں تبدیلیاں شروع ہوئی ہیں اور وقت نے مختلف موسموں، مختلف حالات، اقتصادی اور دوسرے سب حالات نے مل کر تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کی ہیں جس کے نتیجے میں انسان کی شکل بھی دوسرے انسانوں سے بدلنی شروع ہوگئی اور مختلف ہونے لگ گئی۔

پس زبانوں کا آپس میں اتنا فرق ہو جانا کوئی غیر طبعی یا غیر معقول بات نہیں لیکن علمی لحاظ سے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک بہت بڑے احمدی عالم اور فلسفی مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ خطوط پر بہت سی زبانوں کو عربی سے نکلا ہوا ثابت کر دکھایا ہے تو عربی زبان کو اولیت حاصل ہے اور یہ اولیت کوئی دنیا کی طاقت اس زبان سے چھین نہیں سکتی۔عربوں کے حالات خواہ کیسے بھی بگڑ جائیں مگر چونکہ قرآن عربی زبان میں ہے اس لئے دنیا کا کوئی انسان عربی زبان کی اولیت کو عربی سے چھین نہیں سکتا۔ اس کی یہ فوقیت، اس کی یہ برتری بہر حال اس زبان میں باقی رہے گی اور جوں جوں اسلام پھیلے گا عربی دانی کی مزید ضرورت پیش آتی چلی جائے گی، جہاں جہاں احمدیت اسلام کا پیغام لے کر پہنچے گی وہاں قرآن سکھانے کا انتظام بھی ہو گا اور ابتداءً تھوڑی عربی سے گزارہ چلے گا لیکن بالآخر یہ ہو کر رہے گا کہ عربی دنیا کی سب سے بڑی سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبان بن کر رہے گی۔ پس مذہبی زبانوں میں اولیت عربی کو ہے اور اس کی طرف ہمیں مزید توجہ کرنی چاہئے۔

اس کی طرف توجہ کے لئے سکولنگ (Schooling) بڑی ضرورت ہے ۔اب میں خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن مجید کی زبان سمجھتا ہوں یعنی جس حد تک ایک انسان کو خدا کی طرف سے توفیق ملتی ہے وہ سمجھ سکتا ہے، احادیث کی زبان سمجھتا ہوں، اگر صحیح عربی بولی جائے تو سمجھ لیتا ہوں لیکن بولنے کا محاورہ اس لئے نہیں کہ میری Schooling بہت ناقص تھی جس زمانے میں ہم قادیان میں پڑھا کرتے تھے وہ بدقسمتی سے تعلیمی لحاظ سے ایک ایسا دور تھا جبکہ سکول اپنے گراف میں سب سے نچلے حصے کو چھو رہا تھا اور عربی تعلیم بالکل واجبی سی تھی، گرائمر سکھا دی جاتی تھی اور لکھی ہوئی عربی سمجھانے پر ہی اکتفا کی جاتی تھی یعنی اسی کو کافی سمجھا جاتا تھا لیکن بول چال سکھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ یہاں تک کہ جب ہم جامعہ میں گئے تو وہاں بھی کوئی ایسا انتظام نہیں تھا جس سے عربی بول چال کا

محاورہ پیدا ہو۔ پس اگر ایک لمبے عرصے تک یعنی پختگی کی عمر تک کسی زبان میں بول چال کا محاورہ پیدا نہ ہو تو ایک ایسی جھجک بیٹھ جاتی ہے کہ اس کے بعد سیکھنا پھر مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر چہ میرے لئے مشکل تو نہیں لیکن اب وقت کی مشکل ہے اور جتنا وقت اور یکجہتی زبان سیکھنے کے لئے درکار ہے اب وہ حاصل نہیں ہے۔ اس لئے میں افسوس کرتا ہوں کہ کیوں بچپن کے زمانے میں مجھے کسی نے ایسی پاکیزہ اور اعلیٰ زبان جو الہامی زبان ہے اس حد تک نہ سکھائی کہ میں بے تکلفی سے اپنے مافی الضمیر کو اس میں ادا کر سکوں لیکن جو آپ کے بچے ہیں آپ کی چھوٹی نسلیں ہیں ان کی صلاحیتوں کو اب ضائع نہ ہونے دیں ان سے بھر پور استفادہ کی کوشش کریں کیونکہ چھوٹے بچے خدا تعالیٰ کے فضل سے بغیر کسی کوشش کے، بغیر ذہن پر بوجھ ڈالے بیک وقت پانچ چھ زبانیں سیکھ سکتے ہیں اور بعض ماں باپ کو یہ وہم ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ زبانیں سکھانا بچوں پر ظلم اور زیادتی ہے وہ نہیں سیکھ سکیں گے۔ سائنسدانوں نے اس موضوع پر جو تحقیقات کی ہیں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی ذہن بچپن میں اتنی بڑی صلاحیت رکھتا ہے کہ اسے بیک وقت چھ یا اس سے بھی زائد زبانیں سکھائی جائیں تو بغیر بوجھ ڈالے فر فر وہ اپنی مادری زبان کی طرح ان زبانوں کو بول سکتا ہے۔

پس پہلی نصیحت تو مغربی دنیا میں بسنے والے احمدیوں کو خصوصاً اور باقی احمدیوں کو بھی یہی ہے کہ عربی زبان کی طرف توجہ کریں اور مغربی دنیا میں یہ سہولتیں موجود ہیں کہ ان کا نظام تعلیم چونکہ بہت ترقی یافتہ ہے اس لئے کم و بیش ہر ملک میں عربی زبان سکھانے کا انتظام ضرور موجود ہوگا۔ اگر نہیں تو پھر کیسٹس کے ذریعے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن کیسٹس کی بھی ضرورت نہیں ہر ایسا ملک جو مغربی دائرے میں ہے وہاں کثرت کے ساتھ عرب آباد ہو چکے ہیں اور شاید ہی کوئی ایسا ملک ہوگا جہاں جماعت احمدیہ قائم ہے اور کوئی عرب احمدی وہاں نہ ہوں یا عربوں میں سے احمدیوں کے اتنے دوست نہ ہوں کہ جو دن بدن جماعت میں زیادہ دلچسپی نہ لے رہے ہوں اور اس بات کے لئے تیار نہ ہوں کہ وہ زبان سکھانے میں جماعت کی تنظیموں کی مدد کریں۔

پس ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہئے جس میں لجنہ بھی شامل ہو، انصار اللہ بھی شامل ہو، خدام الاحمدیہ بھی شامل ہو اور وہ اپنی چھوٹی نسلوں کی زبانوں کی تربیت کی طرف خصوصیت سے توجہ دیں اور اس میں اولیت عربی کو ہو کیونکہ عربی زبان کے سمجھے بغیر قرآن کریم کا ابتدائی فہم بھی ممکن نہیں

ہے۔ بول چال بھی سکھانی ضروری ہے کیونکہ اگر آپ اپنے مافی الضمیر کو عربی زبان میں بیان نہیں کر سکیں گے تو عرب لوگوں کی احمدیت کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ اگر ہم عربی زبان، بول چال سیکھیں تو یہ الگ فائدہ ہے جو اس سے ہمیں حاصل ہوگا لیکن میرا اوّل زور اس بات پر ہے کہ ہر احمدی بچے میں عربی زبان کو اس طرح سمجھنے کی توفیق ہونی چاہئے کہ جب وہ قرآن مجید پڑھے تو ترجمہ کر کے نہ سوچے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں بلکہ قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مضمون خود بخود اس کے ذہن میں داخل ہوں اور دل پر کارفرما ہوں، دل پر اثر انداز ہو رہے ہوں۔

اس پہلو سے ہمیں تدریجی پروگرام بنانے ہوں گے۔ مثلاً میں نے ایک دفعہ یہ مشورہ دیا تھا کہ قرآن کریم کی وہ آیات جن کی عموماً جماعت احمدیہ میں تلاوت کی جاتی ہے مثلاً بہت سی ایسی چھوٹی سورتیں ہیں یا منتخب آیات ہیں جن کی میں اپنی نمازوں میں تلاوت کرتا ہوں۔ ان کو اگر پہلی منزل بنالیا جائے اور سب تنظیمیں کوشش کریں کہ ان کے حوالے سے عربی زبان سکھائی جائے اور ان کا ترجمہ سکھایا جائے اور ترجمہ سکھاتے سکھاتے کچھ گرائمر بھی بتادی جائے اور عربی کا تعارف بھی اس طرح کروایا جائے کہ بار بار ان آیات کے حوالے سے عربی کی طرف منتقل ہوں اور عربی کے حوالے سے ان آیات کی طرف منتقل ہوں۔ تو اس سے ایک فائدہ یہ بھی پہنچے گا کہ جب بھی وہ ان آیات کی تین نمازوں میں تلاوت سنیں گے یا جتنی توفیق ہے اتنی قرأت والی نمازوں میں شامل ہو کر قرأت سنیں گے تو ان کے دل پر براہ راست اثر پڑے گا کیونکہ قرآن کریم کی آیات میں ایک عظیم خوبی یہ ہے کہ اگر آپ روزانہ بھی وہی آیات تلاوت کرتے چلے جائیں تو جب بھی دل ڈال کے انہیں سنیں گے آپ کے دلوں پر نیا اثر پڑے گا۔ اگر سرسری طور پر ان کو سن کر آگے گزر جائیں گے تو خواہ آپ کو ترجمہ آتا بھی ہو آپ کے دل پر کچھ بھی اثر نہیں پڑے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ترجمہ آتا ہو اور توجہ سے سنیں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت چاہے لاکھ دفعہ پڑھی جائے لاکھ دفعہ اپنا اثر پیدا نہ کرے۔ یہ کلام کی زندگی کی نشانی ہے، جو کلام زندہ ہو اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس کو بار بار سننے کے باوجود اس میں دلچسپی زندہ رہتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض عبارتیں ایسی ہیں جن کو سینکڑوں مرتبہ احمدی مقررین نے اپنی تقریروں میں استعمال کیا ہے اور سینکڑوں مرتبہ سننے والوں نے ان کو سنا اور

ہر دفعہ ان کوئی لذت محسوس ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں بالعموم زندگی کی یہ ایک خاصیت ہے جسے جو لوگ جانتے ہیں وہ گواہی دیں گے کہ وہ کلام اپنی زندگی کے اعتبار سے دوسرے کلام سے الگ پہچانا جاتا ہے۔ وہ کبھی مر نہیں سکتا، اتنا نمایاں فرق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو خلفاء کے کلام پر بھی ایک نمایاں شان اور نمایاں برتری حاصل ہے اور ممکن ہی نہیں ہے کہ ویسا کلام کوئی اور انسان اپنی طرف سے بنا سکے۔ باوجود اس کے کہ وہ الہامی کلام نہیں لیکن وہ شخص جس کی زندگی الہام کی روشنی میں پل رہی ہو جس کا تمام تر سفر الہام کی روشنی میں ہو اس کی زبان پر لازماً الہام کا اثر پڑتا ہے اور اس کی روشنی سے اس کی زبان کو ایک زندگی ملتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اور آپ کے کلام کی جو زندگی ہے اس کا براہ راست الہام سے تعلق ہے اور عربی زبان تو سکھائی ہی الہام کے ذریعہ گئی ہے اور قرآن کریم تو سراسر سرتاپا الہامی زبان ہے اس لئے قرآن کریم کے متعلق اگر ہمیں کہیں یہ احساس ہو کہ سننے سے مزہ نہیں آیا یا طبیعت میں وہ ولولہ پیدا نہیں ہوا جو ہونا چاہئے تو قصور آپ کا ہوگا۔ اپنی بیماری تلاش کریں، اپنے اندر کمزوری ڈھونڈیں جس کی وجہ سے آپ پر اثر نہیں پڑا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا کلام مسلسل اول سے آخر تک ایک زندہ کلام ہے جو کبھی بھی مر نہیں سکتا اور ہمیشہ زندگی بخشتا ہے۔ پس جو بھی پروگرام بنائیں یا جیسا کہ میں نے مشورہ دیا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روزمرہ جو جو آیات جماعت میں تلاوت کی جاتی ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وقت سے بالخصوص مشہور عام چلی آرہی ہیں اور جماعت نے آپ ہی کی تلاوت سے رنگ پکڑ کر ان آیات یا ان سورتوں کو اپنی نمازوں میں استعمال کرنا شروع کیا ہے ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کی عربی تعلیم شروع کریں اور اس کے علاوہ بھی اگر باقاعدہ استاد رکھ کر ممکن ہو یعنی جماعتی انتظام میں استاد رکھے جائیں۔ تو بچوں کو عربی باقاعدگی سے پڑھائی جائے، لکھنی پڑھنی بھی سکھائی جائے اور بولنی اور عام روزمرہ کے محاورہ میں ان کو شناسائی کروائی جائے، ان کی واقفیت کروائی جائے۔ پھر جس میں صلاحیت ہوگی وہ ترقی کر جائے گا۔ لیکن اول مقصد یہ ہونا چاہئے کہ بالآخر قرآن کریم باترجمہ سب کو آجائے۔

یہ جو پروگرام ہے یہ ایک سال، یا دو سال یا چند سال کا نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کے دماغ میں یہ وہم ہو کہ ایک قائد اپنے زمانہ قیادت میں جو ۲ یا ۳ سال کا ہو اس میں اس کام کو پورا کر سکتا ہے تو یہ

بالکل ممکن نہیں ہے۔ یہ ایسا کام ہے جسے ایک قیادت کے بعد دوسری قیادت کو سنبھالنا ہوگا اس کے بعد تیسری قیادت کو سنبھالنا ہوگا۔ایک نسل کی ساری زندگی اس کام پر لگ جائے تب بھی اتنے بڑے خلا باقی رہ جائیں گے کہ اگلی نسل کو پھر اس کام کو جاری رکھنا پڑے گا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر دیانتداری سے جائزہ لیا جائے تو یہ کام تقریباً ایک سو سال تک پھیلا ہوا ہے۔جس کا آغاز ہمیں کرنا ہو گا اور منصوبہ بندی کے تحت باقاعدگی سے اس کا آغاز کرنا ہوگا تا کہ اس کے انجام کی برکتوں میں ہم بھی حصہ دار ہو جائیں اگر ہم سلیقے سے اس کام کو شروع کر دیں گے تو مجھے یقین ہے کہ اس کے انجام میں جو عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے ثواب میں ہمیں بھی شامل فرمالے گا۔پس عربی زبان سے متعلق تفصیلی منصوبے تمام ذیلی مجالس اپنے اپنے ہاں بنائیں اور ان منصوبوں کو بنانے کے بعد مجھے اطلاع دیں کہ ہم نے یہ منصوبے بنا بھی لئے ہیں اور اس حد تک جاری بھی کر دئے ہیں پھر حسب توفیق اس کام کو بڑھاتے چلے جائیں، کسی منزل پر چھوڑ نا نہیں ۔ یہاں تک کہ جماعت میں عربی سے محبت ایک عام رواج پا جائے اور عربی سے تعلق اتنا گہرا ہو جائے کہ ہمارے گھروں میں روزمرہ عربی بول چال والے بچے پیدا ہونے شروع ہو جائیں۔ پھر اگلی نسل میں اس مضمون کو اور آگے بڑھایا جائے۔اس سے ایک بہت بڑا خلا جو میں اس وقت جماعت میں محسوس کر رہا ہوں وہ پر ہو جائے گا۔

میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ اردو کی طرف بھی توجہ کریں۔اردو کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ یہ پاکستان کی زبان ہے یا ہندوستان کی زبان ہے یہ درست نہیں ہے۔اسلام کی دو ہی نشأتیں ہیں ایک اول نشأۃ اور ایک دوسری نشأۃ جسے آخرین کا زمانہ کہا جاتا ہے۔آخرین کے زمانے کے لئے عربی زبان کے مضامین کو ترویج دینے اور قرآن کریم اور سنت کے مفاہیم کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اردو زبان کا بکثرت استعمال فرمایا ہے۔ جہاں تک میں نے نظر ڈال کر دیکھا ہے ایسی مذہبی کتابیں جو الہامی کہلاتی ہیں ان میں واقعۃً الہامی الفاظ بہت تھوڑے ہیں اور بڑا حصہ تاریخ دانی کا ہے۔مضمون نگاروں نے یہ بیان کیا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں سے وہاں گئے۔وہاں سے وہاں گئے۔ یہ کام کیا۔وہ کام کیا لیکن الہاماً لفظاً لفظاً وہ عبارتیں بیان کرنے والوں پر نازل نہیں ہوئی تھیں۔انجیل میں میں جو حصہ واقعۃً الہامی ہے وہ بہت تھوڑا سا ہے اسی طرح Old Testament کا آپ مطالعہ

کر کے دیکھ لیں وہاں آپ کو الہامی حصے بہت تھوڑے دکھائی دیں گے۔اسی طرح آپ وژند اوستا کا مطالعہ کر لیں اور گیتا کا مطالعہ کر لیں اور وید کا مطالعہ کر لیں۔امر واقعہ یہی ہے کہ تمام مذہبی کتابوں میں اکثر الفاظ اور اکثر محاورے انسانوں ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔البتہ مضمون اپنی ذات میں مقدس ہے۔بزرگ لوگوں کی روایات اور حکایتیں اکٹھی کی گئی ہیں اور اس میں الہامات بھی جڑے گئے ہیں۔واضح طور پر، قطعی طور پر ان الہامات کی زبان پہچانی جاتی ہے کہ یہاں خدا بولا ہے اور خدا کا کلام ہے جسے محفوظ کر لیا گیا ہے۔

پس اگر زبان کے لحاظ سے الہامی زبان کے حصے کو الگ کیا جائے۔یعنی الہاموں کو صرف اکٹھا کر لیا جائے اور باقی کتابوں کو چھوڑ دیا جائے تو مذاہب کی جو باقی کتابیں ہیں وہ سکڑ کر کچھ بھی نہیں رہیں گی۔میں نے اس پہلو سے جائزہ لے کے دیکھا ہے کہ عربی کے بعد خدا سب سے زیادہ اردو زبان میں ہم کلام ہوا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی پہلے نمبر پر عربی میں اور پھر اردو میں الہامات ہوئے ہیں اور اردو الہامات کی بھاری تعداد ہے۔پس حضرت مصلح موعودؓ نے اسی وجہ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ زبان بھی اب کبھی نہیں مرے گی اور احمدیت کی اشاعت کے ساتھ لازم ہے کہ یہ زبان پھیلتی چلی جائے کیونکہ الہامات کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی اکثریت اردو میں ہے اور اگر چہ کلیۃً قرآن اور سنت اور حدیث پر مبنی مضامین بیان ہوئے ہیں اور آپ نے ایک شوشہ بھی اپنی طرف سے زائد نہ کیا لیکن جس زبان میں ان مضامین کو استعمال فرمایا ہے وہ اردو زبان ہے۔پس عربی کے بعد ہمیں سب سے زیادہ اہمیت اردو کو دینی چاہئے اور پھر تیسرے نمبر پر ہر ملک کی مقامی زبان ہے۔اس پہلو سے میں پہلے بھی جماعت کو نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ آپ اپنے بچوں کو اردو بھی سکھائیں اور مقامی زبانیں بھی ضرور سکھائیں اور جہاں تک ان دونوں کے مقابلے اور موازنے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں میں پہلے مضمون کو کھول کر واضح کر چکا ہوں لیکن چونکہ اب دوبارہ اس مضمون پر بات شروع ہے۔اس لئے اس خیال سے کہ کسی ذہن میں کوئی غلط فہمی نہ رہ جائے میں ایک دفعہ پھر اس مضمون کو مزید وضاحت سے بیان کروں گا۔مقامی زبان کا اپنا ایک حق ہے اور اس کی ایک اولیت ہے اور جس ملک میں بھی احمدیت پھیلتی ہے اسے مقامی زبان ہی میں پھیلنا ہو گا اس پہلو سے تمام احمدی بچوں کا فرض ہے کہ وہ مقامی زبان

سیکھیں، اپنی زبان کی طرح سے اسے اپنائیں اپنی مادری زبان کی طرح بولنا سیکھیں، سمجھنا سیکھیں، لکھنا سیکھیں کیونکہ جس ملک میں جو زبان بولی جاتی ہے جب تک اسے ذریعہ نہ بنایا جائے وہ ملک کوئی پیغام قبول نہیں کیا کرتا۔ عربی ام الألسنة ہے اس لحاظ سے یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ عربی زبان ام الألسنة ہونے کے باوجود باقی ممالک میں نہیں سمجھی جاتی تو عربی کو اختیار کرنے کا کیا فائدہ؟ امر واقعہ یہ ہے کہ عربی سے الفاظ نکل کر باقی زبانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس کا مطلب صرف اتنا بنتا ہے کہ اگر کسی ایک زبان کو دنیا کی زبان بننے کا حق ہے تو وہ عربی ہے لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ہر جگہ جا کر یہ کہہ کر عربی بولنا شروع کر دیں کہ یہ الہامی زبان ہے ہم نے ضرور تمہیں عربی میں ہی تعلیم دینی ہے اور جن لوگوں کو عربی سمجھ نہیں آرہی ان پر اسلام ٹھونسنے کی کوشش کریں گے تو آپ کی ساری کوششیں بیکار جائیں گی کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔ وہی حال ہو جائے گا کہ ''آب آب کر مویا بچہ فارسیاں کر گلے'' پنجابی میں مشہور ہے کہ کسی کا ایک بچہ بے چارہ ایران چلا گیا تھا وہاں سے فارسی سیکھ کے آ گیا اور ماں غریب پنجابن تھی اس کو فارسی کا ایک لفظ نہیں آتا تھا۔ بچے کو بخار چڑھا اور شدید پیاس محسوس ہوئی وہ بار بار آب آب کرتا تھا۔ آب کا مطلب ہے پانی اور ماں بے چاری دیوانوں کی طرح کبھی ادھر دوڑتی تھی کبھی ادھر دوڑتی تھی کبھی کوئی چیز لاتی تھی کبھی کوئی چیز لاتی تھی مگر پانی نہ لا سکی اور اس حالت میں بچے نے دم توڑ دیا بعد میں جب اس نے اس بچے کا حال بیان کیا تو کسی نے کہا کہ وہ تو آب مانگ رہا تھا، پانی مانگ رہا تھا تو کہتے ہیں اس پر ماں نے بے ساختہ کہا کہ ''آب آب کر مویا بچہ، فارسیاں کر گلے'' کہ میرا بچہ تو آب آب کرتا مر گیا فارسیوں نے تو میرا گھر اجاڑ دیا۔ تو آپ پر وہ الزام نہ آئے، کسی ملک کی طرف سے یہ الزام نہ آئے کہ پتا نہیں آپ کیا عربی بولتے رہے یا اردو بولتے رہے ہمارے تو گھر اجاڑ دئے۔ ہمیں تو خدا کے پیغام سے محروم کر دیا اس آب سے محروم کر دیا جس میں ہماری زندگی تھی، تم نے ہمیں مرنے دیا اس وجہ سے کہ تم غلط زبان استعمال کرتے رہے۔ یہ الزام آپ پر نہ آئے۔ اس لئے مقامی زبان کی جو اہمیت ہے اس کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ زبانیں سیکھیں گے تو آپ اس قابل ہوں گے کہ ان کی پیاس بجھا سکیں۔ جہاں ان کو آب کی طلب ہو وہاں آب ان کو پیش کر سکیں اور اس طرح پیش کر سکیں کہ وہ ان کو قبول کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ پس زبانوں کے تسلسل میں جو آپس میں مراتب ہیں ان کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے جب کسی ملک میں

جاتے ہیں تو مقامی زبان کو ایک مرتبہ اور اوّلیت حاصل ہو جاتی ہے۔ عالمی سطح پر دوسری زبانوں کو ہوگی اس سے غرض نہیں۔ جہاں تک اس ملک کے دائرے کا تعلق ہے ان کی اپنی زبان کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ پس ان کی وہ زبان سیکھنی ہوگی، آپ کو بھی سیکھنی ہوگی، آپ کے بچوں کو سیکھنی ہوگی اور اس زبان میں اتنی مہارت حاصل کرنی ہوگی کہ آپ ان کو وہ زبان پڑھا سکیں اور ایسا ممکن ہے۔ چنانچہ بعض جگہ مجھ سے کسی ملک سے تعلق رکھنے والے بعض مقامی لوگوں نے بیان کیا کہ احمدیوں کی نئی نسل میں جو بچے پیدا ہو رہے ہیں ان میں بعض ایسی اچھی زبان بولتے اور ایسی اچھی زبان لکھتے ہیں کہ ہمارے اپنے بچے نہیں لکھ سکتے۔ چنانچہ انگریزی میں اول آنے والے پاکستانی بچے ہیں۔ سکول میں سارے انگریز بچے پڑھ رہے ہیں اور انگریزی میں اول آنے والے پاکستانی بچے ہیں جرمن زبان میں اول آنے والے پاکستانی بچے ہیں۔ ہوسکتا ہے نارویجین میں بھی ایسا ہو مگر مجھے علم نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ ہو لیکن اگر نہیں تو ہونا چاہئے۔

ناروے میں بسنے والی جماعت کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ قابل توجہ بات ہے کہ بدقسمتی سے یورپین ممالک میں ناروے کے اندر تعلیم کی طرف کم رجحان ہے اور نارویجین قوم میں سے ایک بڑی بھاری تعداد ہے جو سکول کی تھوڑی سی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہے اور اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرتی اس لئے اعلیٰ تعلیم کا میدان یہاں باقی قوموں کے مقابل پر زیادہ کھلا پڑا ہے۔ اس میدان میں کوشش کرنے کے لئے بہت زیادہ مواقع ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے ناروے کی جماعت احمدیہ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو نارویجین زبان بہت زیادہ عمدگی سے سکھائیں اور باقی تعلیم میں بھی ترقی دیں تاکہ اس قوم کی زبان میں اس قوم کی خدمت کرسکیں صرف مذہبی لحاظ سے نہیں بلکہ علمی لحاظ سے ہر لحاظ سے وہ خدمت کے لائق بن سکیں مگر باقی سب جماعتوں کے لئے بھی یہی نصیحت ہے کہ جس ملک میں رہو اس ملک کی زبان کو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس نیت کے ساتھ سنجیدگی سے سیکھو اور کوشش کرو کہ اہل زبان سے بھی فوقیت لے جاؤ اور وہ تمہیں سر نیچا کر کے نیچے کی طرف نہ دیکھیں بلکہ سر اونچا کر کے بلندی پر پائیں اور دیکھیں کہ تم ان کی زبان میں ان کو سکھانے کی اہلیت رکھتے ہو۔ جب یہ ملکہ حاصل کرسکو گے پھر تم عربی سے جو فیض پاؤ گے یا اردو سے جو فیض پاؤ گے اس فیض کو ان کی زبانوں میں ان تک پہنچانے کی اہلیت حاصل کرلو گے۔

اب رہا اردو کا معاملہ تو اردو کے سلسلے میں مَیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ صرف پاکستانی نژاد یعنی پاکستان میں پیدا ہونے والے بچوں یا ہندوستان میں پیدا ہونے والے بچوں ہی کا کام نہیں کہ وہ اردو سیکھیں بلکہ تمام نومسلم احمدیوں کا اگر فرض نہیں تو ان کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ اردو زبان براہ راست سیکھیں، اردو زبان میں بہت سے ایسے مطالب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں ملتے ہیں جو ترجمے میں ضائع ہو جاتے ہیں اور انسان جب ترجمہ کی کوشش کرتا ہے تو بڑی حسرت سے اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نظم ہے:

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا (درثمین: ۱۰)

اس نظم سے متعلق میں آج کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اب وقت نہیں ہے لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سلسلے کے انگریزی کے مختلف ماہروں کو یہ نظم دی گئی کہ وہ اس کا ترجمہ کریں اور وہ جن کو بجا فخر تھا کہ ان کو انگریزی زبان پر خوب دسترس حاصل ہے اور شاعرانہ مزاج بھی تھا اور اردو زبان بھی سمجھتے تھے انہوں نے بھی جو ترجمے کر کے بھیجے اس سے اندازہ ہوا کہ ترجمہ کرنے کا کام کتنا مشکل ہے اور بعض اعلیٰ عارفانہ مضامین کو ایک زبان سے دوسری زبان میں حقیقت میں منتقل کیا ہی نہیں جا سکتا اس کا لطف اٹھانے کے لئے وہ زبان سیکھنی ضروری ہے چنانچہ پروفیسر آر۔ بری جو کیمبرج میں عربی کے بڑے مشہور پروفیسر تھے نے جب قرآن کریم کا ترجمہ کیا تو وہ اس ترجمے کے آغاز میں تمہید میں یہ لکھتے ہیں کہ مجھے اس ترجمے کا خیال اس لئے آیا کہ گزشتہ جتنے ترجمے دیکھے ہیں ان میں ایک بات محسوس کی کہ ترجمہ کرنے والے نے بڑی محنت سے اور کوشش سے قرآن کریم کے مضمون کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہر کوشش بالآخر اتنی بھدی ثابت ہوئی کہ اس کو دیکھ کر ایک قاری قرآن کی عظمت کا تصور کر ہی نہیں سکتا۔ جتنا قرآن کریم کی اصل عبارت دل پر اثر ڈالتی ہے۔ کوئی ترجمہ اس کا سوواں حصہ بھی دل پر اثر نہیں ڈالتا اور وجہ یہ ہے کہ جب لفظی طور پر وفا کی جائے اور زیادہ کوشش کر کے اس مضمون کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی جائے تو زبانوں کے انداز مختلف ہونے کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ ترجمہ بھی منتقل ہو جائے اور زبان کا حسن بھی منتقل ہو جائے۔ پس وہ کہتے ہیں اس پہلو سے میں نے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کے حسن کا ترجمہ کروں۔ یعنی ایسی

زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کروں کہ قاری کو کچھ نہ کچھ تو اس کے حسن کا بھی اندازہ ہو کہ یہ ہے کیا کلام۔ اس لئے اگر اصل مضمون سے میں ذرا سا ہٹ جاؤں تو غلط مضمون تو بیان نہیں کروں گا لیکن لفظاً لفظاً ساتھ نہیں چل سکوں گا۔ یہ معذرت کرتے ہوئے مَیں یہ کوشش کرتا ہوں کہ انگریزی دان طبقہ یہ دیکھ سکے کہ قرآن کریم کی اصل زبان میں کتنی عظمت ہے۔ کتنا عظیم الشان کلام ہے جو کیسا دل پر اثر کرتا ہے۔ اس پہلو سے انہوں نے جو ترجمہ کیا ہے اس پر سب سے پہلے مجھے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے مطلع کیا تھا۔ جب میں ۱۹۷۸ء میں انگلستان آیا تو مجھے یاد نہیں کہ پہلا انہوں نے مجھے تحفہ دیا تھا کہ ان کے ذکر پر مَیں نے خود خریدا تھا مگر واقعۃً ترجمہ کے بعض حصے ایسے ہیں جس سے قرآن کریم کی زبان کی اس حد تک خدمت ضرور ہوئی ہے کہ زبان کے اثر کو منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اردو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام اتنا پر اثر ہے اور اتنی گہری تأثیر رکھتا ہے کہ بعض دفعہ ایک ایک شعر دل کی کایا پلٹ دیتا ہے، بعض دفعہ عبارت کا ایک ٹکڑا انسان کے اوپر ایسا وجد طاری کر دیتا ہے کہ اس کی زندگی میں ایک روحانی انقلاب برپا ہوسکتا ہے مگر اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ پڑھ کے دیکھ لیں اس کا عشر عشیر بھی اثر نہیں ہے۔ تو ہمارے نومسلم احمدی بھائیوں کو کیوں اس سے محروم رکھا جائے، ہرگز نہیں رکھنا چاہئے اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ عالمی وحدت اور عالمی بھائی چارہ پیدا کرنے میں زبانیں ایک بہت بڑا کردار ادا کیا کرتی ہیں۔ اگر ناروے میں احمدی بچے نارویجیئن سیکھیں اور ان کے ساتھ نارویجیئن کے لحاظ سے یکجہتی پیدا کرلیں۔ ہم آہنگی پیدا کرلیں تو ایک جگہ جماعت احمدیہ اور ناروے کے درمیان اتحاد ہو جائے گا اگر نائیجیریا میں، یوروبا زبان میں یہ اتحاد قائم ہو جائے تو وہاں اتحاد ہو جائے گا۔ مگر عالمی وحدت تو پیدا نہیں ہوگی۔ چین میں جو اتحاد ہوگا تو وہ چین تک محدود رہے گا، اگر جاپان میں ہوگا تو جاپان تک محدود رہے گا۔ عالمی وحدت کے لئے کسی ایسی زبان کا رشتہ ہونا ضروری ہے جو ایک وسیع تر برادری کے رشتے میں قوموں کو منسلک کرسکے اور اس پہلو سے یہ دو زبانیں ہیں جنہوں نے لازماً اپنا کردار ادا کرنا ہے اول عربی اور اس کی اہمیت پر جتنا زور دیں اتنا ہی کم ہے اور دوسرے اردو زبان کیونکہ اردو زبان میں عربی ہی کے مضامین کو ایک عظیم الشان اور ایک نئی شان کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس نظر سے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اس کو اردو میں بیان فرمایا ہے اور اس نظر سے دیکھے بغیر وہ حسن کامل طور پر

آپ پر طلوع ہو ہی نہیں سکتا۔ چودہ سو سال کے فاصلے کس طرح پاٹے جائیں گے، کس طرح یہ فاصلے طے ہوں گے، کیسے آخرین اولین سے ملیں گے۔ وہ ملانے والا تو آج کا امام ہی ہے، وہی تو ہے جسے مہدی معہود قرار دیا گیا۔ وہی تو ہے جس کے زمانے میں اولین کو آخرین سے ملانے کی پیشگوئی تھی۔ اس کی زبان کو سمجھے بغیر اور ان کیفیات کو اپنائے بغیر جن سے وہ وجود گزر رہا ہے اولین اور آخرین کے فاصلے مٹ ہی نہیں سکتے۔

پس ضروری ہے کہ اردو زبان کو سیکھ کر اردو زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نثر کے کلام اور نظم کے کلام کو براہ راست سمجھنے کی اہلیت پیدا کی جائے اگر کوئی ایسا کرلے گا تو دیکھے گا کہ اس کی کیفیت میں کتنا بڑا فرق پڑ چکا ہے پھر یہ لوگ ترجمے کا بھی حق ادا کر سکیں گے۔ ورنہ ترجمہ در ترجمہ کا جو مضمون آج کل چل رہا ہے اس سے اصل بات تو رہتی نہیں کسی نے انگریزی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا تو کسی نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمے سے نارویجئین میں کوشش کی پھر نارویجئین سے کسی اور زبان میں ہو گیا اور اس طرح رفتہ رفتہ ہر نقش ثانی نقش اوّل کے مقابل پر دھندلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ بات نہیں رہتی اس لئے اردو زبان سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کا جو انگریزی یا دوسری زبانوں میں ترجمے کا کام رکا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے ماہرین نہیں ہیں جو بیک وقت دونوں زبانوں پر مہارت رکھتے ہوں۔ جو مادری زبان کی طرح اردو جانتے ہوں جو مادری زبان کی طرح انگریزی جانتے ہوں یا مادری زبان کی طرح اردو جانتے ہوں اور مادری زبان کی طرح نارویجئین جانتے ہوں وغیرہ وغیرہ جب تک ایسے ماہرین ہمارے اندر پیدا نہ ہوں جو دونوں زبانیں یکساں مہارت کے ساتھ استعمال کر سکتے ہوں اس وقت تک ترجموں کے حق ادا نہیں ہو سکتے۔

جہاں تک میں نے نظر ڈالی ہے ہماری طرف سے اب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے جو ترجمے پیش ہو چکے ہیں۔ ان میں بہت سے خلا باقی ہیں۔ بعض دفعہ تو اعصاب شکن حد تک ترجمہ اصل مضمون سے بے وفائی کر رہا ہے۔ یعنی مضمون کے معنی تو ادا ہو گئے ہوں گے لیکن ایسے بھونڈے انداز میں ترجمے ہوئے ہیں کہ اس کا بڑا غلط اثر پڑھنے والے پر پڑ سکتا ہے کہ کس نے یہ عبارت لکھی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت میں تو کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں انسان کو نیند آئے۔ وہاں تو دل میں ایک خاص قسم کے جذبات موجزن ہونے لگتے ہیں۔

افکار جاگ اٹھتے ہیں اور نئے نئے مضامین سوجھنے لگتے ہیں اور اگر ترجمہ پڑھ کر اس کے برعکس کیفیت ہو تو قصور تو مترجم کا ہے لیکن پڑھنے والے کو کیا پتا؟ وہ تو ترجمے سے ہی اور ترجمے کے آئینے میں اصل مصنف کی تصویر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس لئے ترجمے کا کام بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن لازم ہے کہ دونوں زبانیں بیک وقت اچھی آتی ہوں۔

پس نارو یجیئن بچوں کے لئے میری نصیحت ہے کہ آپ نارو یجیئن سیکھ رہے ہیں اور ماشاء اللہ بہت اچھی بولنے لگ گئے ہیں لیکن اردو لکھنا پڑھنا بھول گئے ہو جس طرح جرمن بچوں کو میں نے کہا تھا کہ تم اگر صرف جرمن سیکھ جاؤ اور اردو بھول جاؤ تو ہمارے لئے جیسے پیا گھر رہے ویسے پیا بدیس، ہمیں کیا فرق پڑا تم نے کچھ سیکھا اور غیروں کے ہو کر رہ گئے۔ ہمارے تو نہ بنے یعنی آپ دین کے لحاظ سے خدمت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ پس جو باہر سے آتے ہیں ان کا فرض ہے کہ اردو سیکھیں تا کہ اس خلاء کو خود پورا کرنے کی کوشش کریں اور جو احمدی بچے اردو بولنے والے ماں باپ کی نسل میں سے ہیں ان کو چاہئے کہ اس زبان میں اپنے ماں باپ سے بہت زیادہ علم حاصل کریں کیونکہ اکثر اردو بولنے والے ماں باپ کی اپنی اردو بڑی ناقص ہے اور بہت سے ایسے ہیں جو بظاہر اردو بولنے والے علاقوں سے آتے ہیں مگر دراصل وہ پنجاب کا علاقہ ہے جو اردو کا ہے ہی نہیں۔ انہی خاندانوں میں اردو اچھی ہے جہاں باقاعدہ نسلاً بعد نسلاً اردو بولی گئی ہے۔ باقی جگہ تو روزمرہ پنجابی بولی جاتی ہے اس لئے اردو بے چاری کو تو بہت سے نقصانات ہیں جن کو پورا کرنا ہوگا اور پھر اس زبان میں ترقی کر کے یہ اہلیت حاصل کرنی ہوگی کہ ہم اس کا ترجمہ صحیح طور پر دوسری زبانوں میں پیش کر سکیں۔ اس کا تعلق صرف مذہبی زبان سے نہیں ہے بلکہ پوری زبان سے ہے۔ جس نے اردو سیکھنی ہے اس کو اردو ادب پڑھنا ہوگا، جس نے عربی سیکھنی ہے اس کو عربی ادب پڑھنا ہوگا۔ محض قرآن پڑھ کر عربی نہیں آئے گی کیونکہ قرآن تو سارے عربی ادب کا خلاصہ ہے۔ زبان کا جو حسن ساری عربی دنیا میں عربی زبانوں میں پھیلا پڑا ہے اس کا خلاصہ قرآن کریم ہے۔ اسی لئے قرآن کو سمجھنے کے لئے بعض دفعہ صحابہ کسی بدوی سے پوچھا کرتے تھے کہ بتاؤ یہ محاورہ تمہارے ہاں کیسے بولا جاتا ہے اور عجیب بات ہے کوئی محاورہ کسی بدو قوم سے تعلق رکھتا تھا کوئی کسی بدو قبیلے سے تعلق رکھتا تھا لیکن بعد میں جب مسلمان ہوئے تو سب نے مل جل کر پھر قرآن کی اس طرح خدمت کی کہ وہ محاورے جو سارے عرب میں پھیلے

پڑے تھے ان کو قرآن سے وابستہ کر کر کے بتایا اس کا یہ معنی ہے اور اس کا یہ معنی ہے۔ تو زبان کا تعلق ایک بہت وسیع کلچر سے بھی ہوا کرتا ہے ایک ملک کی عادات سے بھی ہوا کرتا ہے۔

پس اردو زبان سیکھنی ہے تو اردو ادب بھی پڑھنا ہوگا اردو شاعری بھی پڑھنی ہوگی اور اس ملک کا کلچر، اس کا پس منظر کس طرح یہ زبان پنپی ہے، تاریخ کیا تھی۔ ان سب چیزوں سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی۔ ان کے بغیر کوئی زبان آ ہی نہیں سکتی۔ انگریزی زبان سیکھیں، باہر بیٹھے چاہے آپ ساری عمر گلا دیں اگر آپ کو یہ نہیں پتا کہ انگریزی بولنے والے علاقوں میں کون کون سے پھول پائے جاتے ہیں؟ وہ رنگ ہیں کیا کیا جن کا ذکر ملتا ہے؟ وہ خوشبوئیں کیا ہیں جن سے محظوظ ہو کر کسی شاعر نے کوئی کلام کہا ہے اور اس خوشبو کو اپنے کلام میں مقید کرنے کی کوشش کی ہے۔ غرضیکہ ادب میں جہاں جہاں آپ جائیں گے آپ کو یہ مضمون پھیلا ہوا نظر آئے گا کہ ہر اظہار کا کسی پس منظر سے تعلق ہے۔ اس پس منظر سے بھی واقفیت حاصل کرنی ہوگی پھر جو تاریخی حوالے ملتے ہیں ان تاریخی حوالوں کو سمجھنے کے لئے بھی اس ملک اور قوم کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرنا پڑتی ہے۔

پس زبان محض لفظوں کا نام نہیں ہے زبان کے پیچھے بہت سے علوم ہیں جو مل کر زبان پیدا کرتے ہیں اور مل کر لفظوں میں جان ڈالتے ہیں، وہ سارے علوم مل کر لفظوں میں خاص معانی داخل کرتے ہیں ہر لفظ ایک جیسے معانی نہیں رکھتا۔ ہر لفظ کے پیچھے ایک کلچر ہے اس کلچر نے اس لفظ میں کچھ رنگ بھرے ہیں جب تک اس کلچر سے واقفیت نہ ہوگی ان رنگوں کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

پنجابی شاعری میں بھی آپ دیکھ لیں جب تک پنجاب کے کلچر سے واقفیت نہ ہو پنجابی شاعری کو دنیا میں کسی کے سامنے پیش کر کے دیکھیں اس کو کچھ پتا نہیں لگے گا کہ کیا کہہ رہا ہے ''بنیرے تے کاں بیٹھا اے'' اب اس کا مہمان سے کیا تعلق ہے آپ ''بنیرے تے کاں بیٹھا اے'' کا ترجمہ کر لیں کہ کوئی آنے والا ہے تو لوگ کہیں گے پاگل ہو گیا ہے۔ یہ کوئی شاعر ہے۔ کوے کا بنیرے سے کیا تعلق؟ اور ہمارے بنیرے پر تو کوّا بیٹھا ہی نہیں کرتا۔ تو اس کو کچھ پتا تو کرنا ہوگا کہ کلچر کیا تھا؟ ان ملکوں میں کوّوں کی عادتیں کیا ہیں؟ کیا کیا کرتے ہیں، کس طرح وہ آ کے ہاتھوں سے روٹیاں چھین لیتے ہیں اور بنیرے پر کیوں بیٹھتے ہیں۔ ان باتوں سے کچھ واقفیت حاصل کریں گے تو زبان میں زندگی پیدا ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ غریب ملک ہیں اور جہاں کنالی میں زیادہ آٹا گوندھا جا

رہا ہے اور روٹیاں زیادہ پک رہی ہیں وہاں کوّے آئیں گے اور روٹیاں زیادہ تبھی پکتی ہیں جب مہمان آرہے ہوں اور باورچی خانوں سے باہر نکل کر بھی کچھ باورچی خانے کے انتظامات چل رہے ہوں تو کوّے کا مہمان سے تعلق ہے لیکن بتانا پڑتا ہے کہ کیا ہے۔ امیر ملکوں میں جہاں ایسے کوئی مسائل ہی نہیں ان کو پتا ہی نہیں لگ سکتا کہ کوّے کا مہمان سے کیا تعلق ہے؟

بہر حال جانوروں کی عادتیں بھی کلچر کے ساتھ بدل جاتی ہیں اور زبان پر اس کے گہرے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ پس آپ ان معنوں میں جو میں بیان کر رہا ہوں وسعت کے ساتھ زبانیں سیکھیں اور جو سکول میں پڑھنے والے بچے ہیں وہ اس کی تاریخ پڑھیں ان کی روزمرہ کی عادات سے واقف ہوں۔ ان کے کلچر سے واقف ہوں۔ گو غیر اسلامی کلچر کو اپنانا نہیں ہے مگر واقفیت ضروری ہے پتا ہو کہ کلچر ان کا ہے اس میں سے کون سا حصہ غیر اسلامی ہے اور کون سا عام انسانی کلچر سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اس وسعت کے ساتھ اگر زبانوں پر زور دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ مغربی دنیا میں احمدی مسلمانوں کو بھی بہت فائدہ پہنچے گا اور غیروں میں اسلام پھیلانے میں یہ بات بہت مددگار ثابت ہوگی اور یہ آپ کے اخلاق کی قدروں کی حفاظت کے لئے بھی بڑا ضروری ہے۔ پس اس موضوع پر میں آپ کو یہ نصیحت کرتے ہوئے آج کا خطاب ختم کرتا ہوں کہ زبانوں کی طرف توجہ دیں، عربی کو جو خدا تعالیٰ نے اولیت دے دی ہے وہی مقام عربی کو دیں، اسی احترام کے ساتھ عربی کو سمجھنے کی کوشش کریں، پڑھنے کی کوشش کریں اور رائج کرنے کی کوشش کریں اور فی زمانہ احمدیوں میں عربی بول چال میں جو کمزوری پائی جاتی ہے اسے دور کریں اور کوشش کریں کہ ہماری اگلی نسلیں کثرت کے ساتھ عربی بولنے والی نسلیں ہوں اور عربی زبان میں اعلیٰ محاورہ استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ اسی طرح اردو زبان کو رائج کریں اور جن ملکوں میں رہتے ہیں ان ملکوں کی زبان میں ایسی مہارت حاصل کریں کہ ان ملکوں کے استاد بن جائیں ان کی زبانیں ان کو پڑھانے لگیں۔ **یہ تین باتیں اگر آپ اختیار کرلیں تو اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے یہ تین سواریوں کا کام دیں گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ان سواریوں کے سہارے آپ کی ترقی کی رفتار پہلے سے بہت زیادہ تیز ہو جائے گی اور بہت تیزی سے آپ آگے قدم بڑھانے لگیں گے۔**

آج کل اس کی خصوصیت سے اس لئے ضرورت ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت تیزی سے

احمدیت کے پھیلنے کے دن آرہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں جو بیعتیں ہوا کرتی تھیں اب لاکھوں میں تبدیل ہو رہی ہیں اور بعید نہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہو کہ ہماری نسلیں لاکھوں سالانہ کی بجائے کروڑوں سالانہ کی تعداد میں بیعتیں دیکھنا شروع کردیں۔ اس کے لئے ہمیں تیاری کرنی ہوگی اور اس تیاری کا مرکب، وہ سواری جس پر بیٹھ کر ہم نے یہ سفر کرنے ہیں زبانیں ہیں۔ پس ان تین زبانوں کو اہمیت دیں اور پوری کوشش سے ان کو رائج کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے بہترین استعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اس قابل بنائے کہ خدا کے کلام کو تمام دنیا میں، جیسا کہ کلام کا حق ہے، اس طرح دنیا میں پہنچا سکیں اور سمجھا سکیں اور ان پر عمل پیرا کرا سکیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

آج ایک اور اعلان بھی کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب جلد جلد احمدیت کی تاریخ میں نئے سنگ ہائے میل کا اضافہ ہو رہا ہے۔ آج کا اعلان یہ ہے کہ اب باقاعدہ طور پر شارٹ ویو Short Wave پر 16 میٹر بینڈ پر خطبات کو تمام دنیا میں پہنچانے کا انتظام ہو گیا ہے اور آج کا خطبہ 16 میٹر بینڈ پر تمام افریقہ اور تمام ایشیا اور یورپ کے بہت سے حصوں میں سنا جا رہا ہے۔ انگلستان اگرچہ اس کے دائرے سے، جس دائرے سے یہ خطبہ ریڈیو تک پہنچ رہا ہے، باہر تھا لیکن گزشتہ چند جمعوں میں جو تجرباتی دور تھا اس میں انگلستان میں بھی سنا گیا اور پوری طرح سمجھ آتا تھا اگرچہ سو فی صدی اعلیٰ معیار نہیں تھا بلکہ ۸۰ فی صد کہنا چاہئے یعنی اس کی کوالٹی اس کا عمومی سماعت کا جو معیار ہے اس میں کچھ کمی آجاتی تھی لیکن اس کے باوجود سنا جاتا تھا سمجھا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب غریبوں کے بھی سامان ہو گئے ہیں ورنہ بہت سے غریب مختلف دیہات سے مجھے لکھتے تھے کہ جن امیروں کو توفیق ہے انہوں نے انٹینے لگا لئے ہیں اور ہم حسرت سے دیکھتے رہ جاتے ہیں ہم تو سننے سے بھی محروم رہ گئے پہلے آپ کی کیسٹس ہی پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اب کچھ تو کریں کہ ہماری پیاس بھی بجھنے کا کچھ سامان ہو۔ اللہ کی شان ہے کہ اس نے اپنی طرف سے ہی یہ انتظام کر دیا ہے کہ اب آدھی دنیا سے زیادہ میں خصوصیت سے اس دنیا میں جہاں زیادہ غریب احمدی بستے ہیں خدا کے فضل سے براہ راست ریڈیو کے ذریعے خطبات سنانے کا انتظام ہو گیا ہے انشاء اللہ وقت اور بھی زیادہ کیا جائے گا اور دیگر تربیتی مضامین کا بھی اضافہ ہوگا، زبانوں کا بھی اضافہ ہوگا۔ اس کے لئے ہم تیاری کر رہے ہیں۔ عربی زبان سکھانے کا، اردو زبان سکھانے کا ان لوگوں کے لئے جن کو اردو نہیں آتی اور اسی طرح

دوسری زبانوں کا بھی انتظام کیا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ رفتہ رفتہ اب جماعت کے کاموں کے دائرے بہت پھیلتے جارہے ہیں۔ اسی نسبت سے زیادہ خدمت گاروں کی ضرورت ہے اور یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ خدمت کا جذبہ بہت بڑھ رہا ہے۔ کثرت کے ساتھ نوجوان خدمت کے میدانوں میں آگے آرہے ہیں۔ نام پیش کررہے ہیں۔ کہتے ہیں ہم سے بھی کچھ کام لو، ہم سے بھی کچھ کام لو۔ سب اللہ کے کام ہیں، ہماری کوششوں کا کچھ دخل نہیں اسی کا احسان ہے۔ خدا کرے کہ یہ احسان کا دور ہمیشہ بڑھتا پھیلتا اور پھر پھولتا اور پھلتا چلا جائے۔ آمین

(یہ ریڈیو 16MB ہے اور Digital frequancy 17765 ہوگی جس پر خطبہ نشر ہوا کرے گا۔)